

Figure 1

ماتا کہیں دل درد کا فکر ہی نہیں

نہیں جو عقل چھپ نہ سکے کیسے بچپن

تم میری خوشیوں سے کہہ مگر میں پناہوں

میرا پیسہ دل اپنے ہی ہاتھوں سے ہاتھوں

دل باپ چاہتا تھا نہیں پاس نہیں ہیں

اپنے میں تھا کہ میں کیا عہد ہاتھوں؟

حضرت دائر صاحب، دائر الطیب، کو تیسری لکڑی پر قلم کر رہے ہیں چاروں بھائی جو ساتھ پا سکتے آئے تھے، تعلیم کے لحاظ سے، اور اس وقت کراچی میں صرف ایک مدرسہ تھا جو انڈیا میں منظور علوم کے نام سے معروف تھا، وہاں سے گھومتے آئے تھے کہ اس میں تعلیم حاصل کرنا ہمارے لئے قابل عمل نہیں تھا۔

اور حضرت دائر صاحب، دائر الطیب، کو سب سے بڑی تکلیف یہ تھی کہ یہ علاقہ جس میں ہم آ کر آباد ہوئے تھے، زیادہ تر انگریزوں اور پارسیوں کا علاقہ تھا، اور جو کمزورے بہت مسلمان یہاں آباد تھے، وہ ہمارے بھی الامان نہ تھے، دیکھ کر ان کی خاص لکڑیوں سے رکھتے تھے، اس لئے اس علاقے میں دور دور تک کوئی مسجد نہیں تھی۔ شریعہ میں حضرت دائر صاحب، دائر الطیب، عصمت میں شامل ہونے کی خاطر دور دور بھی سفر کرتے رہتے تھے، لیکن ہمارے گھر کے قریب رہنے والے مسلمانوں کے اہل خانہ سے ایک کچھ ملتا تھا، جس میں پانچوں وقت کی نماز، عصمت شریعہ ہو گی۔ اور ہمارے دور دورہ کے لئے اس کے رہنے والی لگی تھی ایک کچھ بھی ملتی تھی، جہاں اہل خانہ، باقاعدہ مسجد تھی، اور دور دورہ ملتی آتی ہے۔

قریب مسئلہ یہ بھی تھا کہ ہمارے بچے کے کھانے کا روزانہ کراچی پہنچا رہے تھے، ان میں سے کچھ اپنے راجہ دار بھی تھے، اور اس کا حضرت دائر صاحب، دائر الطیب، کے ساتھ کوئی بہادر نہیں تھا، اس لئے وہ بھی لکڑی، مسٹرل، مہمان کے طور پر ہمارے گھر ہی میں ٹھہرتے، اور ان کو کھانا کھانے کی کوشش میں حضرت دائر صاحب، دائر الطیب، کے قریب میں شامل تھی۔ اس کے علاوہ بھی وہاں کچھ بہادر بھی تھے، لیکن انہوں نے کوشش نہ کرتے تھے۔ غرض حضرت دائر صاحب، دائر الطیب، کو طرح طرح کے مسائل کا سامنا تھا، اور اب ہمارے لئے یہ ہتھیار نکالنا بھی مشکل ہے کہ انہیں نے کس کس طرح ان حالات کا مقابلہ کر لیا، لیکن ہمارے لئے وہ ایک

دلو دلو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سائل اس طرح حل ہونے شروع ہوئے کہ حضرت دائر صاحب دائر الخطیب کے یکدم دشمن بن گئے اور ان کی فکر و تاملات کا ایک اور حضرت دائر صاحب دائر الخطیب کے ساتھ حرکت میں لائے کہ ایک اور دوسری طرف بھائی جان مرحوم جودی نے کتب خانہ چارسدہ کے اس طرح اس کے لئے لکھی ہوئی کہ وہ کتب خانے کو وہاں سے سمیٹ کر پاکستان چلے آئیں، اور دہلی دہلی صاحب رہا اللہ تعالیٰ، کو لکھی اپنے ساتھ لے آئیں۔ چنانچہ ان کے لئے دہلی کا سفر قابل برداشت نہ تھا اس لئے وہ انہیں دہلی سے ہوائی جہاز میں لکرا آئے۔ وہ ہم سب گروہوں کی فحش کا بھاری فرسوطی دین تھا سب ہم ان کے استقبال کے لئے لاہور کے ہوائی اڈے پہنچے۔ لاہور کے ہوائی اڈے پر اس وقت شہر سے بہت دور کھجا جاتا تھا، اور اگلے میں ہنگل ماں تھے اس وقت اس وقت انگریزوں کے نام سے ایک ہی انگریز پاکستانی اور جہازوں کے درمیان چلا کرتی تھی اس کا اکاؤنٹ ہوا وہ اسے پتا کرنا، (پہلے کے کسی جہاز کو اسے قریب سے دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا) ہم سب کی نگاہیں اس کے ہوا سے یہ مرکز تھیں، تھوڑی دیر بعد بھائی جان جہاز سے اترے اور سوار ہوئے اور سوار ہوئے ہوئے پھرتے کے ساتھ دائر چارلسدہ ہوا احمد چلے گئے، تھوڑی دیر میں وہ واپس آئے تو انہوں نے عائشہ دہلی صاحب کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا ہوا تھا۔ اس طرح حضرت دائر صاحب دائر الخطیب کی ایک دہلی پر پہنچی رہ گئی۔

بھائی جان اپنے ساتھ جتنی کتابیں بھائی جہاز میں لائے تھیں وہ سب لے آئے تھے لیکن سارا دائر و بھائی کے جہاز ہی سے آسکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ صورت پیدا فرمائی کہ حضرت دائر صاحب دائر الخطیب کے ایک خصوصی ناگر حضرت سیدنا نور احمد صاحب (دائر الخطیب) جو روم کے خلیفہ اکابر سے تعلق رکھتے تھے، تعلیم کی فزول سے دارالعلوم دیوبند گریج آئے تھے جن کا حضرت دائر صاحب دائر الخطیب سے خصوصی تعلق تھا، حضرت دائر صاحب دائر الخطیب نے چنانچہ پاکستان کی گریج میں شمولیت اختیار کر لی تھی، اور انہیں دارالعلوم میں رہتے ہوئے کسی سیاسی جہاد میں شریک ہونا منظور نہیں تھا، اس لئے وہ اپنے شیخ حضرت نجم الدین قادری قادری سرور کے ایوان دارالعلوم دیوبند سے منقطع ہو چکے تھے۔ حضرت سیدنا نور احمد صاحب کو چنانچہ حضرت دائر صاحب سے خصوصی تعلق تھا، اس لئے وہ قائم خانی اہلکات میں حضرت دائر صاحب سے پاک کتابیں بھی پڑھتے تھے، اور انگریزوں کی خدمت اور محبت میں رہا کرتے تھے۔

حضرت دائرہ صاحب دلائل اطمینان کے پاکستان چلے جانے سے بہت عظمیٰ شہرہ ہو گئی پاکستان آج بچے تھے۔ حضرت قاضی نے انہیں ہم جیسی اور محنت و خلقت کے کام نہایت لگائی سے کرنے کا اور اسی طریق سے طریقہ کار اپنا کر انہوں نے یہ کام اپنے اے کیا کہ وہ یہ کتابیں پڑھنے کے بعد سے پاکستان کے کراچی، چٹانہ، جی ایس ایچ، اور ان کے اور بچے یہ کتب خانہ کراچی، خٹک، جو گیارہوں کے ساتھ حضرت دائرہ صاحب دلائل اطمینان نے اپنے ہمارے جناب انور عالم صاحب (مرحوم) کو انہیں جہاز سے لیا گیا اور انہیں کی وفات کے بعد حضرت دائرہ صاحب مرحوم کے ذریعہ پہنچی تھی مگر ان کے پاکستان آئے کی وجہ سے دیر تک یہاں رہنے کے پاس نہ گئے تھے اور ان کی جدائی کی وجہ سے دائرہ صاحب بہت بے چین تھے۔ حضرت دائرہ صاحب دلائل اطمینان نے صاحب کہا کہ حضرت مولانا انور احمد صاحب دلائل اطمینان کے ساتھ انہیں بھی لیا انہیں۔ چٹانہ، جی ایس ایچ، جہاز سے ان کے ساتھ آ گئے۔

2014

[illegible]

ابھر حضرت مولانا احتشام الحق صاحب دارالاطلیع نے ایک کتاب لکھی جس کا نام سہر علی قیاس کی ہے۔ اس کتاب میں ان کی چاروں بیویوں کی صفائی کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی کیا۔ اس سہر میں انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ان کا نام سہر علی تھا جس میں قرآن کریم حفظہ والدہ کی تعلیم ہوئی تھی۔ حضرت والدہ صاحبہ دارالاطلیع نے پھر بڑے بڑے عالموں کو ان کے بارے میں دلائل گواہی دیے اور ان کو عزیمت دیا کہ وہ اپنی بیوی صاحبہ کا نام سہر علی لکھیں۔ اس سہر حضرت مولانا احتشام الحق نے لکھا ہے کہ والدہ صاحبہ نے ان کو صاحبہ کا نام لکھا کرتے تھے۔ میری کسمپرسی کی وجہ سے حضرت والدہ صاحبہ دارالاطلیع نے مجھے اس

[illegible]

انہی کا قصہ ختم نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کا قصہ حضرت باقی تھا کہ دیر تک سے ایک خط کے واسطے یہ معلوم ہوا کہ میری ایک بھائی نے (جو کچھ سے ایک سال مر رہی تھی) ایک نام کم کا پاد شروع کر دیا ہے۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ حضرت مولانا نور احمد صاحب دہلوی خطیہ مشکل سے مشکل کام کو بخیر رہائی سے انجام دینے کے قابل تھے۔ جب انہی یہ معلوم ہوا کہ میری بھائی نام کم مر رہی تھی نے دیر تک میں ایک نام کم کا پاد شروع کر دیا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم قصہ کافی چھوٹے ہیں اب تمہیں تم کا پاد شروع کرنا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ قصہ ختم کرنے سے پہلے ہی میں نے تم کا پاد شروع کر دیا۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب دہلوی خطیہ اس طرح لکھے حاضر و ناظر کی کہم چھوٹے سے بڑے یہاں تک کہ میرے سات پاسے مکمل ہو سکے۔ اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ اب تمہیں انھوں کی بچھون ہوگی۔ بعد ازیں نے باقی قرآن کہم تم خود روانہ چھوڑ دیا کہ بعد ازیں کے بعد انہوں نے لکھے باقی (جس کے بعد قصہ سے سرسری گزار کر) - باقی کوہر - شروع کر دیا۔

لکھے وہ ہے کہ باب میں نے "مثنوی کوہر" شروع کیا تو اس کا پہلا جملہ یہ تھا کہ "یہ عالم شروع میں
خیر تھا" اس میں "کافی" کا مطلب لکھنے میں لکھے کوئی دشواری تھی آئی بعد میں اس کا مطلب لکھنے کے
لئے اپنے استاد سے کافی جرح کرتا رہا۔ پھر ایک ملائی اس کے بلکہ ہی سنی ہوئے تھے کہ حضرت مولانا
احسان علی صاحب دکنہ انڈیا نے اپنے عد سے میں لکھا اس کی تعلیم میں شروع کرنا ہی ضرورت مند یہی
یاد کرو، وہی وقت دیکھ کر اس کا سلسلہ شروع ہو گیا، جہاں حضرت مولانا بعد عالم صاحب دکنہ انڈیا، پھر ان کے
انگلی حسی دریا اور شاگرد کو حرم حضرت دکنہ صاحب دکنہ انڈیا نے ان کے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب
دکنہ انڈیا، وہی تعلیم اپنے میں مصروف ہو گئے، اس لئے میں نے "مثنوی کوہر" اور "سیرت خاتم النبیاء"
کے نام لکھے اپنی والدہ ماجدہ، دکنہ انڈیا سے چھٹے شروع کر دینے اور اب یاد میں کہ لکھا جس سے
چھٹا، اور کئی سری اور دکنہ انڈیا کی تعلیم کی کل کا کات تھی۔ اس دکنہ انڈیا کے علاوہ میں نے اور کچھ لکھے کوئی
اور کتاب نہیں رہی۔

عصری طرف سے دعوتِ قرآن اشرافِ اسباقِ علوم پر چمکا رہا تھا۔ نئی قرآن شریف کو علمی پرکھ کر

چارپائی پر بیٹھا اور دانا اس کا بکھرنا دیکھ کر چہرہ لٹکا کر، اور کبھی کبھی اپنی والدہ صاحبہ کو مگر کے کسی اور لڑکھا بھی دے گا تو یہاں تک کہ کسی طرح خود چہ چہ کر لے۔ کچھ افسوسناک خبریں آئیں کہ کرم کی تکمیل ہو گئی۔

شیرہ بیکٹا تھا کہ وہ چوں کہ قرآن کرم کا طریقہ تکمیل ہوتا تو عموماً اس کیلئے باقاعدہ تخریب منظم ہوتی تھی۔ لے "آئیں" کی تخریب کیا جا تھا اور یہ حالت مثالی تقیم کر کے طوایف مانی جاتی تھیں۔ لیکن میں نے قرآن کرم کا طریقہ کی تقیم اس طرح تکمیل کی کہ میں نے میری یہ "تفہار" "چ مثالی تکمیل مانی" اس میں کسی کو پتہ بھی نہیں تھا کہ آج میرا قرآن کرم ختم ہوا ہے۔ لے اپنے دل کی یہ حسرت اب تک یاد ہے کہ میں نے اپنے کمرے میں آٹھویں آیت چہ کو قرآن قریب بند کر دیا، دو کوئی، پچھلے دن تھا، نہ بٹھے جاتا، دو کوئی تخریب تھی، دو کوئی اور۔

آٹھارہ میں نے حضرت والدہ صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا کو بتایا کہ آج میرا قرآن کرم پورا ہو گیا ہے، تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے لے کے تمام دینے کے لئے میرے دوست سے کہا میں (سودا محمد علی داری صاحب حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ العالی کو دے دیکھا۔ میں اپنے گھر کی داگن میں کھڑا ان کی داگن کا شہت سے اٹھ کر آیا، یہاں تک کہ وہ اور سے لے آئے تھوڑے قرآن کے والد میں ایک لے رنگ کی کھولے والی گاڑی تھی جس سے وہ اور بھی دانتے میں اٹھو ہوئے آ رہے تھے۔ اے باکر میری طوفانی کا بکھڑکاؤ نہیں تھا۔ وہ ایک معمولی مگر خوبصورت گاڑی تھی (اس وقت تک شاید کوئی گاڑی نہیں چلی تھی) لیکن وہ میرے لئے کاکت کی جالی دانت تھی اب اس میں ہوتا ہے کہ انسان اپنی ذاتی زندگی کے ہر سرے میں نہیں چڑھتا۔ یہ حال لگتا ہے آج ہے۔ لے گھر میں اس پر فخر آتی ہے، یہاں تک کہ ایک جانتہ دانا نے جانا ہے اب یہ داری لگتی، ہاتھ لگا کر دیکھتے ہیں کہ لکیر کھولوں سے لڑا ہے، جانتہ معلوم ہو گئے :

وہاں جی جات دوز سے نہ ہو اٹھ

اس ہم تو کیم چہ کیم چوں گذشت

یک روز دقتا معلقہ دل خود چاہی داناں

روز دیگر کہ کوی دل زنج داناں گذشت

ہر حال اس طرح میری تقیم کا آغاز ہوا۔

☆ ☆ ☆